رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۶

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مُہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

پہلا ہفتہ وار اخبار جو ہر جمعرات کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدر

ایڈیٹر و پبلشر — رہبر قاسم علی

جلد ۳ | یوم پنجشنبہ - مورخہ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۹

سلسلہ کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ ۹ر کو دہلی سے روانہ ہو کر بخیریت تمام ۱۰ر مئی کو بمبئی پہونچ گئے۔ اور حضور کی طبیعت بفضلہ تعالےٰ دن بدن صحت پذیر ہے۔ جمعہ حضور نے جماعت بمبئی کے ساتھ پڑھا۔ احباب حضور کی صحت کامل و بخیریت واپسی کی دعائیں کریں ؛

جنازہ غائب۔ مخدومی حاجی عبدالقدیر صاحب شاہجہانپوری کی اہلیہ محترمہ ایک لمبی علالت کے بعد فوت ہوگئی ہیں۔ احباب جنازہ غائب پڑھ کر ثواب حاصل کریں اور پسماندگان کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرماوے اور حاجی صاحب کو نعم البدل دے۔ آمین

سب پوسٹماسٹر قادیان پر جو مقدمہ خاکسار ایڈیٹر فاروق کیطرف سے زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند دائر ہے اسکی

ڈاک خانہ قادیان میں اندھیر

(۶)

نمبر

گذشتہ اشاعتوں میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ بابو نبی بخش سب پوسٹماسٹر قادیان کے طرز عمل اور ناجائز کارروائیوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ڈاکخانہ مذکور کے متعلق جو پبلک شکایات ہم تک پہونچی ہیں۔ ان میں سے دو تین درج کر چکے ہیں۔ منجملہ جن کے سب پوسٹماسٹر قادیان کا منیجر الفضل کے نام کی ایک چٹھی کا کھول کر پڑھ کر پھر بند کر کے دینے کی شکایت منجانب منشی امیر احمد صاحب قریشی درج ہو چکی ہے۔ اس امر میں تمام اور اہم نہایت ہی قابل نوٹس شکایت کو پیش کر کے افسران بالا کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ جس ڈاکخانہ میں پبلک کی چٹھیات کھولی جاویں۔ وہاں کے عملہ ڈاک پر پبلک کو کس قدر اعتماد ہو سکتا ہے۔ اور جس ڈاک خانہ میں رجسٹر و پارسل کھول جاویں۔ وہاں کے اندھیر کا تو پھر ٹھکانا ہی نہیں۔

ڈاکخانہ میں پارسل کا کھولنا

چنانچہ اسی ڈاک خانہ قادیان کے متعلق موجودہ عملہ ڈاک خانہ کے بارے میں ۸ر مارچ ۱۹۱۸ء کو عبدالرحمن نظام جان مالک کارخانہ ہمدرد بیماراں کی طرف سے ہمارے پاس ایک شکایت پہونچی۔ کہ ان کا ایک پارسل ڈاکخانہ میں کھلا۔ اور اس میں جو دوائی تھی اس کو نکال لیا۔ جس سے نامبردگان کا بہت نقصان ہوا اور پھر اس پارسل کو سی کر تقسیم کر دیا۔ شکایت کنندگان لکھتے ہیں :-

مارچ ۱۹۱۸ء کو چٹھی رسان نے مجھے ایک پارسل دیا۔ جو میں نے ایک دوائی دانہ ضلع ہزارہ سے منگائی تھی۔ جب پارسل میں

دعا۔ جناب تاجب ملیر ٹائمز صاحب بیمار ہیں۔ احباب توجہ سے دعا فرماویں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُھول کر لیا۔ تو چھٹی رسان نے مجھے کہا کہ اسمیں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کیوں پوچھتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ پارسل کھلا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں تھا وہ پہلے بابو جی نے کھایا۔ اور پھر بعض اور ملازمان ڈاک خانہ کو کھلایا۔ اسکے کھانے سے فوراً حلق بند ہونے لگے۔ اور بعض کو قے بھی آئیں۔ آپ مہربانی کر کے کوئی علاج بتاویں۔ میں نے کہا کہ میں رپورٹ کروں گا کہ میرے پارسل پر ناجائز تصرف کیا گیا۔ اور جب کھلا ہوا تھا۔ تو پھر خود سی کر اس کو کیوں بھیجا۔" نظام جان بقلم خود۔

کس قدر جرأت اور اندھیر ہے کہ ڈاک خانہ کا ذمہ وار افسر ایک پارسل پر تصرف کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں جھجکتا۔ اسکے سامنے سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر وہ پرواہ نہیں کرتا۔ پھر یہ دلیری کہ پارسل میں جو دوائی ہے۔ وہ نگل کر کھائی اور کھلائی جاتی ہے۔ اور ذرا نہیں خیال گذرتا کہ اس کا مالک کیا کہیگا۔ اور پھر اس کو سی کر یا بندہ کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور یہیں تک نہیں بلکہ ڈاکخانہ کے باہر محمد الدین ایک شخص جو ٹکٹ وغیرہ فروخت کرنے کے لئے بٹھایا ہوا ہے۔ اس کو بھی اس دوائی میں سے ایک گانٹھ دیجاتی۔ اور تحقیق کرایا جاتا ہے کہ وہ دریافت کرے یہ کیا دوائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس دوائی کو پتہ لگنے پر ہضم کر لینے کا ارادہ ہے۔ محمد الدین نکودر بازار میں لیجا کر دوا فروش سے پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ دوا فروش جو جلد سازی کی دکان متصل ڈاک خانہ قادیان کرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ :-

کل مجھکو محمد الدین نے ایک گانٹھ سبز مثل آلو دکھلائی۔ اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے دیکھکر کہا کہ مجھ کو علم نہیں۔ پھر کہا کہ اسے چکھو۔ میں نے جب اُسے چکھا تو اس سے میری زبان کو سخت تکلیف ہوئی۔ اور ایک آبلہ زبان پر پڑ گیا۔ پھر جو اغ پوسٹ مین میرے پاس آیا کہ مجھ کو بھی بتلائی ہے اور سخت تکلیف دہ ہے۔ اس کا کیا علاج ہے۔ میں نے اُسے دودھ بتلایا۔ اور مجھ کو ایک دن تکلیف رہی۔" عبداللہ خان جلد ساز قادیان

اب حکام بالا غور فرمالیں کہ کیا یہ اندھیر نہیں کہ ڈاکخانہ میں پارسل کھولے جاویں۔ اور اس میں سے اشیاء نکال کر استعمال کی جائیں۔ اگر یہ خطرناک زہریلی دوا نہ ہوتی۔ کوئی اور چیز قابل استعمال اہلکاران ڈاکخانہ قادیان ہوتی۔ تو کیا وہ ان کی دست بُرد سے بچ رہتی پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اس کو خود سی کر یا بندہ کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس کے کھانے سے تکلیف نہ ہوتی۔ تو شاید یا بندگان کو اتنا پتہ بھی نہ لگتا۔ یہ تو ان کے گلے بند ہونے اور قے ہونے سے فکر ہوا کہ کہیں کوئی مر نہ جاوے۔ تو جا بجا علاج کی تلاش کرنے لگے۔ تب جا کر پتہ لگ گیا ؛

اس مقدمہ کی تحقیقات کے لئے منجانب افسران ڈاک خانہ بٹالہ سے انسپکٹر صاحب ڈاکخانجات آئے تھے۔ انہوں نے جس طرز سے اس کی تحقیقات کی وہ اور بھی قابل مضحکہ اور لائق نوٹس ہے۔ جس کا ذکر ہم آئندہ نمبر میں معہ دیگر شکایات کے درج کرینگے ؛

تبلیغ رسالت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مجموعہ اشتہارات کی جلد اوّل کی اشاعت میں ضرورت سے زیادہ توقف ہوا۔ اور شائقین کو بہت انتظار کرنا پڑا۔ مگر یہ توقف خاکسار مرتب اشتہارات کی جانب سے نہیں ہوا۔ بلکہ چھپائی کی دقتوں کی وجہ سے اسقدر دیر ہوئی ہے۔ کل کتاب معہ ٹائیٹل چھپ چکی ہے۔ صرف پانچ کاپیاں جو امرتسر بھیجی گئی تھیں۔ وہ آج تک نہیں طبع ہوئیں۔ اب وہ کاپیاں واپس منگوالی ہیں۔ اور انشاء اللہ قادیان میں ہی ان کو طبع کرایا جائے گا۔ محض اشتہارات کے مجموعہ کے واسطے اور رسالہ احمدی کی اجرا کی خاطر خاکسار نے فاروق پریس کی منظوری حاصل کی ہے تاکہ اپنے پریس میں یہ کام کیا جائے۔ پریس بھی آیا ہوا ہے۔ مگر کل کش نہیں ملتے۔ تلاش کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد تر فاروق پریس جاری ہو جائیگا پھر سب تکلیفیں جو مجموعہ مذکور کی چھپائی کے متعلق ہیں آفی ہیں رفع ہو جائینگی۔ اور باقی جلدیں بہت جلد ہدیہ ناظرین ہونگی۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پریس کے اجرا میں جن اسبابوں کی ضرورت ہے وہ مہیا کر دے آمین ؛

مکرمی ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب نے از طیبہ سے مبلغ پچاس روپیہ تبلیغ رسالت کی امداد میں ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ آمین۔

مخدومی مولوی غلام محمد صاحب نے گلگت سے دس روپیہ تبلیغ رسالت میں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو اس کا اجر عظیم دین و دنیا میں عطا فرمائے۔ آمین

حیدر آباد اور کلکتہ کے احمدی احباب نے ابھی تک وعدہ ایفا نہیں فرمایا۔ امید ہے کہ وہ بہت جلد اس طرف توجہ فرماوینگے ؛

نظم

حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی

کہاں غائب رہا تطروں سے تو ای مہ جبین برسوں
تری فرقت میں ہم تڑپا کئے اندوہگیں برسوں
خدا کے فضل سے پایا زمانہ ہم نے مہدی کا
وہ مہدی منتظر جسکے رہے ہیں مومنین برسوں
بنایا اپنا نائب جس کو چاہا حق تعالےٰ نے
رہے سر پیٹتا اب اپنا ابلیس لعین برسوں
ہوئے ادیان باطل جتنے پیدا اس زمانے میں
رہے گا سر کچلتا ان کا یہ دین متین برسوں
دکھادے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں لایا کئے وحی خدا روح الامیں برسوں
نہ جائینگے در مہدی سے ہم ٹل کر کہیں حافظ
کرینگے علم دیں حاصل گذار ینگے یہیں برسوں
سبق اس کو پڑھاؤں معرفت کا اور حقیقت کا
رہے صحبت میں میری زاہد حجرہ نشین برسوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار فاروق

قادیان دارالامان - ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء

قاتلانِ حسین کون تھے؟

بجواب ذوالفقار

مکرمی منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی کے قلم حقیقت رقم سے

اخبار ذوالفقار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۸ء میں میرے ایک نادیدہ اثنا عشری دوست نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ اشعث بن قیس الکندی اسمیں آپنے یہ ثابت کیا ہے کہ چونکہ اشعث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہنوئی تھا۔ اور اس کا بیٹا محمد قاتلان حسین میں سے تھا۔ اور وہ کوفہ میں رہتا تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ قاتلان حسین سنی تھے۔

نیز اس عنوان کے ماتحت آپنے خواہ مخواہ غیر متعلق مباحث کا بھی ذکر کر کے اخبار کے تقریباً تین کالم ضائع کئے ہیں۔ ایڈیٹر ذوالفقار کو ایسے قابل نامہ نگار نصیب رہیں۔ اس غیر متعلق مباحث میں آپنے ان مرتدین اسلام کا رونا بھی رویا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی تمام ملک عرب میں پیدا ہو گئے تھے اور اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوت ایمانی و استقلال خداداد سے ان کی فوراً سرکوبی نہ فرما دیتے تو خدا جانے دین اسلام صدیوں سے نیست و نابود و دنیا منسیاً ہو جاتا۔ قابل نامہ نگار کے نزدیک وہ سب لوگ جو اپنے ارتداد پر قائم رہنے کی وجہ سے قتل ہوئے درحقیقت مرتد نہ تھے۔ بلکہ پابند صوم و صلوٰۃ اور کلمہ گو مسلمان تھے۔

میرے نزدیک نامہ نگار صاحب کا یہ مضمون جسکو مجموعہ خرافات کہیں تو بجا ہے۔ ہرگز قابل التفات نہیں ہے۔ مگر چونکہ ایک خاص عزیز کی ایک خواہش ہے کہ انکے اعتراضات و شبہات کا ضرور جواب دیا جائے۔ اسواسطے میں مختصراً کچھ عرض کر دیتا ہوں

۱۔ اشعث بن قیس الکندی بے شک ابوبکر صدیق کا بہنوئی ہے۔ اور اس کی بیٹی جعدہ کی نسبت مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دی۔ اور محمد بن اشعث بروایت کلینی شریک خونریزی امام حسین علیہ السلام ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ نامہ نگار کے نزدیک محض اس رشتہ کی بنا پر وہ سنی کیسے ہو گئے؟ اور ابوبکر صدیق پر اس کا کیا الزام ہے؟ اگر ان پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو ہمشیرہ دے دی۔ جو پہلے مرتد ہوا اور پھر دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ تو اس میں کونسی شرعی قباحت ہے۔ بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو بہ نیت تالیف قلوب انہوں نے ایسا کیا۔ اور یہ امر نہ مستلزم عتاب۔ بلکہ مستوجب حسنات و ثواب بے حساب ہے ان بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ اس کی لڑکی یا لڑکا کل ایسے افعال شنیعہ کے مرتکب ہوں گے۔ تعجب تو امام حسن علیہ السلام پر ہے۔ جن کو حسب اعتقاد شیعہ علم ما کان و ما یکون حاصل تھا۔ انھوں نے ایسے شریروں سے کیوں بیعہ نہ کیا۔ اور مفت میں اپنی جان گنوا دی۔ لیکن اصل یہ ہے کہ یہ خاندان شیعہ تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ رشتہ امام ابن امام علیہما السلام نے اشعث کی دختر نیک اختر سے کیا تھا۔ ان کے شیعہ ہونے پر امور ذیل قابل غور ہیں:۔

اوّل۔ خود نامہ نگار صاحب کو تسلیم ہے کہ وہ امیر معاویہ کے مقابلہ میں جناب علی کے ہمرکاب تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ جان نثاراں جناب موصوف میں سے تھا:

دوم۔ جناب حسن علیہ السلام نے اس کو شرف مصاہرت بخشا اگر وہ ناصبی ہوتا تو حسب الحکم باری تعالےٰ لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء۔ امام کبھی اس کو اپنا رشتہ دار نہ بناتے:

سوم۔ کوفی تھا۔ اور کوفی ہونا شیعہ ہونے کی قوی دلیل ہے جیسے کہ شیعوں کے فاضل اجل نور اللہ شوستری نے لکھا ہے جسکو آگے عرض کروں گا:

چہارم۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ محمد جو قاتلان امام حسین علیہ السلام میں سے ہے۔ وہ بھی پہلے شیعیان علی علیہ السلام میں سے تھا۔ ابو محمد اشعث بن قیس الکندی۔ ارتد بعد النبی ثم رجع الی دین ابی بکر یاسر زوجہ ابوبکر اختہ ام فروۃ و کانت عواتق فولدت لہ محمداً کان من اصحاب علی ثم صار خارجیاً ملعوناً۔ منتہی المقال مطبوعہ ایران صفحہ ۶

اگر ابوبکر صدیق کے رشتہ کی بنا پر وہ سنی ہو گئے تو امام حسن کے رشتہ کی بنا پر ان کو شیعہ کیوں نہ کہا جائے خصوصاً جبکہ ان کا جناب علی علیہ السلام کے ساتھ جہادوں میں بھی شریک ہونا ثابت ہے۔ اور پھر ان کا کوفی ہونا تو اور بھی انکے تشیع کی تائید کرتا ہے۔ باقی رہا قاتلان امام حسین علیہ السلام کا سنی نہ ہونا وہ امر واقعہ ہے۔ جو بکرات و مرات میں کتب شیعہ سے ثابت کر چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ میرا یہ دعوے وجوہ معروضہ ذیل کی بنا پر ہے۔ گو الیاری نامہ نگار صاحب دوبارہ غور کریں:

(۱) مقتل ابو المخنف و ناسخ التواریخ میں بصراحت مرقوم ہے۔ کہ قاتلان امام حسین سب کوفی تھے۔ اور ان میں شام یا حجاز سے کوئی آدمی نہ تھا۔ ولیس فیہم شامی ولا حجازی۔

اور قاضی نور اللہ شوستری جیسے متہم بالشان شیعہ فاضل کا فتویٰ ہے کہ کوفی الاصل ضرور شیعہ ہوتا ہے۔ اور شیعہ بھی ایسا کہ اسکے اثبات تشیع کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے۔ اگرچہ بو حنیفہ کوفی ہو۔ چنانچہ اصل عبارت یہ ہے۔ و بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل نہ دارد۔ و سنی بودن کوفی الاصل خلاف الاصل و محتاج بدلیل است و اگر ابو حنیفہ کوفی باشد۔ دیکھو مجالس المؤمنین مجلس اول مطبوعہ ایران صفحہ ۲۵

(۲) امام حسین علیہ السلام کو کوفہ سے کوفہ میں طلب کرنیوالے سنی نہ تھے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ اور میں اپنے مضامین متعلقہ واقعہ کربلا میں کتب معتبرہ شیعہ سے بحوالہ ہائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چشم دید بقید نام کتاب و صفحہ اصل عبارت میں ان کا ایراد کیا ہے۔ اب دوبارہ نقل کروں۔ تو خوف طوالت ہے لیکن یہاں پر کم از کم ایک حوالہ نقل کر دیتا ہوں۔ جو شیعان کوفہ کے اس انتقام پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے بعد واقعہ کربلا بنی اُمیہ سے لیا۔ اور اس انتقام سے پہلے اس جرم عظیم کا خود اقبال کیا۔ اور توبہ تائب ہوئے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

منشاء خروج سلیمان بن صرد۔ منشاء خروج بر بنی اُمیہ آں بود کہ طائفہ کہ از کوفیاں با مسلم بن عقیل عہد بیعت کردہ بودند۔ و نقض عہد کردہ امام حسین را نصرت نہ نمودند با اہلبیت و اصحاب خود بدرجہ شہادت رسید۔ بعد از چند گاہ متنبہ شدہ، انگشت حیرت بدندان گرفتہ بر خود نفرین کردند۔ کہ خسران دنیا و آخرت نصیب ما شد کہ بعد از آنکہ امیر المومنین حسین را طلب داشتیم تیغ در روئے او کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید باد آنچہ رسید۔ و رؤسائے ایں جماعت پنج نفر بودند سلیمان بن صرد الخزاعی و مسیب بن نجبہ الفزاری و عبداللہ بن سعد الازدی و عبداللہ وال التمیمی و رفاعہ بن شداد۔ و ایں پنجکس از معارف اصحاب امیر المومنین بودند و چوں عزیمت ایشاں بطلب (صفحہ ۳۵۴) خون امام حسین علیہ السلام تصمیم یافت جمع کثیر در سرائے سلیمان بن صرد جمع آمدند و مسیب بن نجبہ کہ مصحوب عمر نحس بر کوبلا رفتہ بود۔ آغاز سخن کردہ گفتند۔ خدائے تعالیٰ ما را بطول عمر مبتلا گردانید نا در انواع فتنہا افتادیم و بہ امور ناشائستہ منہمک گشتیم۔ اکنوں از اعمال سیئہ خود نادم گشتہ مے خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت زنیم۔ شاید کہ خداوند عفو و علا توبہ ما قبول کردہ بر ما رحمت کند و ہر کس از ایں جماعت کہ بہ کربلا رفتہ بودند عذر مے گفتند۔ سلیمان بن صرد گفت ما را ہیچ چارہ نمے دانیم۔ جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم۔ چنانچہ بعضی از بنی اسرائیل تیغ بر روئے یکدیگر نہادند۔ قال اللہ تعالیٰ انکم ظلمتم بالتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا۔ و مجموع شیعہ برزانوئے استغفار در آمدہ ۔ ۔ ۔ آنگاہ اتفاق نمودہ با مارت سلیمان بن رضا دادند۔ و او را بامیر التوابین ملقب ساختند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و چوں قریب بہ قبر امیر المومنین حسین علیہ السلام رسیدند۔ باہم گفتند۔ سزاوار آنست کہ دامن در توبہ و انابت زنیم۔ و از او عذر خواہیم۔ آنگاہ متوجہ مقصد شویم الی آخرہ صفحہ ۳۵۵۔ مجالس المومنین

ترجمہ۔ سلیمان بن صرد نے جو بنی امیہ پر خروج کیا اس کا وجہ یہ تھی۔ کہ جن کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھ عہد اور بیعت کی تھی۔ اور پھر اس عہد کو توڑ دیا۔ اور امام حسین علیہ السلام کی امداد نہ کی۔ جس کی وجہ سے امام مع اپنے اہل بیت اور اصحاب کے درجہ شہادت پر پہونچے۔ کچھ مدت کے بعد اس سے جو کس ہو کر مارے تعجب و حیرت کے اپنے آپ پر لعنت کرنے لگے کہ دنیا اور آخرت کا ٹوٹا ہمیں نصیب ہوا کہ باوجودیکہ امام حسین علیہ السلام کو ہم نے طلب کیا۔ پھر انکے مقابلہ میں ہمنے تلواریں کھینچیں۔ ہماری اس بیوفائی سے امام کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اس جماعت کے سردار پانچ آدمی تھے۔ سلیمان بن صرد الخزاعی و مسیب بن نجبہ الفزاری و عبداللہ بن سعد الازدی و عبداللہ بن وال التمیمی و رفاعہ بن شداد۔ اور پانچوں شخص جناب علی علیہ السلام کے مشہور و معروف اصحاب میں سے تھے۔ جب ان کا ارادہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے پر مصمم ہو گیا۔ تو بہت سے لوگ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہو گئے۔ اور مسیب بن نجبہ نے جو عمر منحوس کے ساتھ کربلا میں گیا تھا بات چھیڑ کر کہا کہ خدائے تعالےٰ نے ہمیں عمر دیکر مبتلا کیا۔ جس سے ہم قسم قسم کے فتنوں میں پڑ گئے۔ اور نالائق کرتوتوں سے ہم بدنام ہو گئے۔ اب اپنے بُرے اعمال سے شرمندہ ہو کر چاہتے ہیں کہ توبہ اور رجوع کے دامن کو پکڑیں۔ شاید کہ خدا ہماری توبہ کو قبول فرماوے اور ہم پر رحمت کرے۔ اور ہر ایک شخص جو ان میں سے کربلا میں شامل ہوا تھا۔ عذر خواہی کرتا تھا۔ سلیمان بن صرد نے کہا کہ کوئی چارہ نہیں۔ سوائے اسکے کہ تلوار کی گھاٹ میں اُتریں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو (بوجہ جرم گوسالہ پرستی قتل کیا تھا) چنانچہ آیت انکم ظلمتم میں خدا فرماتا ہے۔ کہ تم نے گوسالہ کو اپنا خدا بنا کر اپنی جانوں پر سخت ظلم کیا۔ پس اپنے پروردگار کے آگے جھک جاؤ۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرو۔ اسپر سب شیعہ توبہ تائب ہوئے۔ اور پھر اتفاق سے سلیمان بن صرد کو امیر بنا کر اس کو امیر التوابین کا لقب دیا۔ اور جب امام حسین علیہ السلام کی قبر کے نزدیک پہونچے۔ تو آپس میں کہا کہ مناسب اب یہ ہے کہ توبہ کریں۔ اور امام مظلوم سے عذر خواہی کریں۔ اور اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہوں۔

واقعات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ یہ سب لوگ قبل واقعہ شہادت شیعہ تھے۔ بعد از شہادت امام حسین ان میں سے دو گروہ ہو گئے۔ ایک وہ جو تائب ہو کر پھر شیعہ ہو گئے۔ اور دوسرے وہ جو شیعہ تھے۔ مگر اپنے طمع نفس میں اسیر رہ کر ہوا خواہان دولت بنی اُمیہ میں داخل و شامل رہے۔

بشرطیکہ شیعوں کو اپنے اماموں کی روایات پر یقین ہو۔ اور وہ ان کے ارشاد کو سچا مانتے ہوں۔ تو میں ایک ایسا فتویٰ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان مبارک سے عرض کرتا ہوں۔ جس سے یہ سب لوگ باوجودیکہ انہوں نے امام مظلوم کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی ہو نہ کسی معصوم پر تیر چلایا ہو۔ قتل امام کے مجرم قرار دئے جا سکتے ہوں۔ وہ ارشاد کیا ہے؟ اماموں کے راز اور ان کی مخفی باتوں کا اظہار کرنا اور وہ فتوے یہ ہے:۔

(۱) عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال من اذاع علینا شیئاً من امرنا فھو ممن قتلنا عمداً و لم یقتلنا خطاءً۔ یعنے جس نے ہمارے امر میں سے کوئی امر بھی افشاء کیا۔ تو اُسنے ہم کو دیدہ دانستہ قتل کیا۔ یہ نہیں کہ بھول چوک سے قتل کیا:

(۲) عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ما قتلنا من اذاع حدیثنا فقتل خطاء ولکن قتلنا قتل عمد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھو اصول کافی باب الاذاعۃ۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ نہ قتل کیا جس نے ہماری بات کو فاش کیا از روئے خطا۔ بلکہ قتل بالعمد کا اس نے ارتکاب کیا۔ اس کی تشریح میں فاضل شارح کافی فرماتے ہیں:۔

"مراد ایں است کہ چوں ہمی از فاش کردن راز باد رسید و مخالفت کرد تا باعث قتل امام حسین شدہ و باعث قتل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مے شود پس قتل عمد است۔ دیکھو صافی شرح اصول صافی۔

یعنے اس سے مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کو راز فاش کرنے کی ممانعت امام نے فرمادی۔ اور اس نے باوجود اس کے مخالفت کی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قتل امام حسین علیہ السلام کا باعث ہوا۔ اور اس طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کا باعث بھی ہوگا۔ پس اس بنا پر یہ فاش کرنا قتل عمد ہے اور بس۔

اس تشریح سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے راز کو ضرور فاش کیا گیا ہے۔ اور اس کے فاش کرنیوالے خواہ بظاہر منجملہ قاتلان امام حسین علیہ السلام ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن وہ بقول امام جعفر صادق علیہ السلام مرتکب قتل امام مظلوم کے ہیں۔ اور قتل بھی وہ جو قتل عمد ہے۔

اِس تمام تشریح سے باانصاف ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ کونسی شیعہ تھے۔ اور وہی قاتلان امام مظلوم تھے اور جس خاص کونسی خاندان کے نامہ نگار نے اتنی کوشش سے سُنّی ہونا ثابت کیا تھا۔ خود ان کے بیان اور منتہی المقال کے حوالہ سے ثابت کیا گیا کہ وہ بھی خیر سے دراصل شیعہ ہی تھے نہ کہ سُنّی۔

اس موضوع پر میرے خیال میں سردست اس قدر کافی ہے۔ اور بشرط ضرورت انشاء اللہ مفصل بھی لکھا جائے گا۔

خاکسار خادم حسین۔ از شکارپور۔ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

خواجہ حسن نظامی کے مرشد رشید کا آیت خاتم النبیین پر اعتراض کا جواب

نوشتہ مولوی غلام غوث صاحب مولوی عالم قادیان

۳ مئی ۱۹۱۸ء کے مرشد میں ایک شخص عابد شاہ دکھنی نے ہمارے عقاید کی تردید اور ان کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک طول طویل مضمون لکھا ہے جس میں اُسنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ کاش کہ معترض صاحب اپنے استدلال کو حق پسندی کی نظر سے دیکھتے۔ تو ان پر ان کا بوسیدہ پن چھپا نہ رہتا۔ اور جس کو وہ ایک عقدہ لاینحل کی طرح پیش کر رہے ہیں مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ چنانچہ جن آیات سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ وہ ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے بین دلائل ہیں۔ اور اچھی طرح سے روشنی ڈالتی ہیں کہ سلسلہ نبوت نبی کریمؐ کے بعد بند نہیں ہوا۔ بلکہ ابد الآباد سے جیسا جاری تھا جاری ہے اور رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی یہ ایک قدیم سنت ہے کہ قیامت تک رسول مبعوث کرتا رہیگا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔ پہلی بات معترض صاحب نے بحوالہ حقیقۃ النبوۃ جو پیش کی ہے یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نبی ہیں۔ اور اس کی تردید اس آیت سے کی ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنے آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں۔ اور اسکے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور نہ رسول۔ افسوس ہے کہ اگر معترض صاحب ذرا غور کرتے۔ تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ معنے کرنے سے نبی کریمؐ کی کتنی ہتک ہوتی ہے۔ اور ان کی شان کس قدر معرض تحقیر میں آجاتی ہے سب سے پہلے ہم لغت عرب کی رُو سے اس آیت کے معنے کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ کہاں تک لغت عرب ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

لسان العرب جلد ۱۵۔ ختم الشی آی بلغ آخرہ۔ یعنے کسی چیز کے آخری درجہ کمال کو حاصل کر لینا ختم کہلاتا ہے۔ یہی معنے تاج العروس جلد ۸ اور اقرب الموارد میں بھی موجود ہیں۔ ان معنوں کو لیکر جب آیت مذکورہ بالا کے معنے کرتے ہیں۔ تو یوں ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اللہ کا رسول اور نبیوں میں آخری درجہ پانیوالا ہے۔ جب ہم یہ معنے کرتے ہیں۔ تو کسی قسم کی قباحت نہیں لازم آتی۔ بلکہ حضرت نبی کریمؐ کی فضیلت دوسروں پر ثابت ہوتی ہے۔ البتہ معترض صاحب کے معنوں سے نبی کریمؐ کی تحقیر دو طرح پر ہوتی ہے:۔

اوّل۔ ہم جب کہیں کہ نبی کریمؐ دروازہ نبوت بند کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو گویا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ صاحب نعوذ باللہ ایسے سبز قدم آئے کہ فیضان الٰہی کا چشمہ جو ابد الآباد سے جاری تھا بند کر دیا۔ حالانکہ یہ افضل الرسل کی شان سے بعید ہے۔

دوم۔ جب یہ بات مانی ہوئی ہے کہ یہ سید الرسل ہیں۔ تو ان کی ہر بات کو دوسرے نبیوں پر فضیلت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ پہلی اُمتوں میں نبی رسول ہوتے رہے تو آپ کا افضل الرسل ہونا اسبات کا مقتضی ہے۔ کہ آپ کی اُمت سے ایسے لوگ ہوں جو آپ کی شریعت پر چلکر درجہ نبوت حاصل کریں۔ اگر معترض کے قول کے مطابق ان کے بعد نبی نہیں ہو سکتے۔ تو دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ کی نبوت ناقص رہی کیونکہ کامل اُستاد وہی ہے۔ جس کا شاگرد بھی کامل ہو۔ پس اگر ان کی اتباع سے ہم درجہ نبوت نہیں حاصل کر سکتے تو یہ ناقص ہوئے۔ اور نقص ان کو عہدہ سید الانبیاء سے معزول کرتا ہے۔ اور ہم مان چکے ہیں کہ یہ سید الانبیاء ہیں۔ تو یہ خلاف مفروض لازم آیا۔ یہ دو اعتراض ہیں جو آپ کے معنوں پر لازم آتے ہیں۔ لیکن ہمارے معنوں پر کوئی اعتراض نہیں لازم آتا۔

اب میں اس استدلال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد نبی آسکتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میرے مذکورہ بالا معنے کہ آنحضرت نبوت کا ہر آخری کمال پا چکے ہیں۔ اسبات کا مستلزم نہیں کہ آپ کے بعد نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ کمالات میں سے ایک کمالی فی الاضافہ بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ آپ کے فیض اتباع سے درجہ نبوت کامل افراد امت کو ملے۔ یعنے جو آپ کی نبوت کے کمالات کو اپنے آئینہ ظلیت میں مکمل طور سے منعکس کرلے۔ وہ نبی ہو جائے۔ پس معلوم ہو گیا کہ نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد غیر منقطع ہے اور قیامت تک جاری رہے گا ؛

دوسرے معنے جو اہل لغت نے کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں لسان العرب جلد ۱۵ ختمہ ای طبعہ۔ تاج العروس جلد ۸ ختمہ ای طبعہ۔ اقرب الموارد جلد اول یعنے کسی چیز پر ختم کرنا اُسپر مہر لگانا ہے۔ اب ہم خاتم بمعنی مُہر لے کر (جس کو معترض بھی تسلیم کرتا ہے) معنے کرتے ہیں۔ تو یہ معنے ہوئے۔ کہ محمد اللہ کا رسول ہے اور نبیوں پر مُہر یعنے ان کا مصدق۔ ان معنوں سے حضرت نبی کریم کی شان اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے اور ان کی فضیلت دیگر نبیوں پر سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مُہر کا مقصد تصدیق ہوتا ہے مثلاً ایک بادشاہ فرمان لکھکر مُہر لگا دے۔ تو مُہر اس کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ یہ لاریب فرمان شاہی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم کی مُہر کیسی تھی۔ اور اسنے کیا کام کیا۔ اس مُہر کی دو قسمیں ہو جائینگی۔ ایک وہ جو پہلے نبیوں کے ساتھ مختص ہوگی۔ دوسرے آنے والے نبیوں کے متعلق۔

جس طرح مُہر مصدق ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ مُہر بھی نبیوں کی مصدق ہے۔ جیسا کہ امنوا بما انزلت علیکم مصدق لما معکم۔ ولا تکونوا اول کافر بہ کی آیت سے ظاہر ہے۔ بنی اسرائیل کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم کیوں ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ یہ کتاب تمہارے نبیوں کی تصدیق کرتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ سچے وقت کے اقتضار کے مطابق کتاب لیکر آئے۔ ہاں چونکہ وہ حوائج زمانہ کو اب پورا نہیں کرسکتیں اسلئے اب ناکمل ہیں۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہیں آیا ہوں۔ اب مجھ کو مانو۔ اور میری اقتدا کرلو۔ اور پھر یہ نوانی وسیع مُہر ہے لہ منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص۔ سب کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ہمیں اس کے ماننے کی ترغیب دلاتی ہے ؛

دوسری قسم مُہر کی جو آنے والے نبیوں سے مختص ہے دو طرح پر ہے۔ ایک تو وہ جو آپ کی اُمت سے نہ ہوں۔ دوسرے جو آپکی اُمت اور آپکی کامل اتباع سے درجہ نبوت حاصل کریں۔ پہلی شق بالبداہت باطل ہے۔ اسلئے کہ پہلے نبی ایک قوم یا چند ایک قوموں کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے۔ لیکن اللہ نے ہمارے نبی کریم کو تمام جہان کی طرف بھیج کر بتلایا کہ آئندہ کو آنے والے نبی آپ کی اُمت سے ہونگے کیونکہ ان کا تمام دنیا کی طرف مبعوث ہونا اسبات پر دال ہے کہ اب غیر قوم کے مذہب میں اتنی طاقت نہیں کہ نبی پیدا کرسکے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آنے والے آپ کے ہی فیضان سے فیض حاصل کرینگے۔ پس جب پہلی شق باطل ہوئی۔ تو دوسری متعین ہوئی یعنی جو نبی ہوگا۔ آپ کی اُمت سے ہوگا۔ پس تو ایسے شخص کے لئے بھی مہر کافی ہے کہ وہ آپکے روحانی چشمہ سے سیراب ہوا ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں یہ ایسا مُنع ہے کہ اس سے ہزاروں دریائے نبوت بہ سکتے ہیں ؛

اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ آیا واقعی اسجگہ لفظ خاتم بمعنی مُہر آیا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے بخاری کی یہ حدیث ختم بی الرسل ملاحظہ ہو یعنے میرے ذریعے سے نبیوں پر مُہر کی گئی ہے۔ (اسی حدیث کو مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ خدا کی شان کہ یہی ہمارے دعوے کی تائید کرتی ہے۔

دوسرے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ختم یہاں مُہر کے معنوں میں ہے مطلب یہ کہ آپ کے بعد بھی نبی ہونگے۔ کیونکہ اس جگہ نبوت کے نہ ہونے کی نفی کی ہے اور ہونے کی نہیں جیسا کہ قولوا انہ خاتم النبیین کے حکم سے واضح ہے۔ دیگر اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی منشاء تھا کہ آپ کے بعد نبوت نہیں ہوگی تو حضرت عائشہ نے لوگوں کے قول کی تردید کیوں (جو غلطی سے مانتے تھے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) کی۔ اور کیوں فرمایا کہ کیوں کہتے ہو کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ خاتم النبیین کہو۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ میرے بعد قیامت تک نبی آئیں گے۔ اور ان سب کا سرچشمہ میں ہوں گا ؛

آگے چلکر فرماتے ہیں کہ قادیانی ختم نبوت میں حدیث قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ لایا کرتے ہیں۔ اور ایسی غلط تاویل کرتے ہیں۔ کہ سننے والے خواہ مخواہ دھوکے میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں :-

کہ یا تو حضرت صدیقہ نے آنحضرت کے فرمان لا نبی بعدی کو معلوم نہ کرکے اپنے اجتہاد سے ایسا فرمایا کہ جس کی تقلید باوجود حجت شرعیہ ہونے کے ضروری نہیں یا اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ لوگ تلاوت قرآن کریم میں خاتم النبیین کی جگہ لا نبی بعدی پڑھتے ہونگے۔" صاحب موصوف کی اس خود کردہ تاویل سے یہ دعوے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ کہ آپ کے بعد نبی ہونگے۔ وہ اس طرح کہ لوگ خاتم النبیین سے یہ سمجھے کہ اب نبی نہیں ہونگے۔ لیکن نبی کریم نے تردید کردی کہ میں ایسی مُہر ہوں کہ میری تصدیق سے ضرور قیامت تک نبی آئینگے ؛

دوسری شق یہ کہ صدیقہ سے اجتہادی غلطی ہوگئی بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ غلطیوں سے مبرا ہے۔ اس سے غلطی ہونے کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ سورہ تمام بنی آدم کو سورہ اعراف میں چار دفعہ یوں مخاطب فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی الخ اس جگہ خدا نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب فرمایا ہے یعنے میرے رسول جائیں اس وقت تک آتے رہینگے۔ جب تک وجود انسان قائم ہے اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے رسول قیامت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تک سے آئینگے۔ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت تک کا حصر کہاں سے نکالا۔

اسکے لئے قرینے موجود ہیں۔ مثلاً یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ جب تک بنی نوع انسان رہے۔ لباس ضرور رہے گا۔ اور انسان قیامت تک رہیگا۔ دوسرے یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان۔ معلوم ہوا کہ شیطان قیامت تک رہے گا۔ اور شیطان بھی ضرور اس کو پھسلاتا رہے گا پس ہدایت کا انتظام بھی قیامت تک چاہیئے۔

نیز یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد آخری دن تک یہ حکم جاری رہے گا۔ پس ان سب کے بعد خدا کا رسولوں کے ارسال کے متعلق حکم بھیجنا بھی قیامت تک رہے گا۔ دیکھئے خدا کا قول اور حضرت عائشہ کا قول کہاں تک مشابہت رکھتے ہیں ٭

(باقی آئندہ)

ممبران آریہ سماج جواب دیں

مہاشہ (از فضل حسین صاحب گیانی مہاجر قادیانی)

ذیل میں ہم چند سوالات بغرض تحقیق حق نقل کر کے امید کرتے ہیں کہ آریہ سماجیوں میں سے کوئی محقق مزاج آریہ پُرش ان سوالات کا جواب دیکر ہمیں مشکور کرے گا ہاں جواب دیتے وقت یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ تحریر میں کوئی ایسا کلمہ استعمال نہ ہو۔ جس سے دوسرے فریق کی دل آزاری ہو۔ بلکہ جیسے ہم متانت اور سنجیدگی سے سوالات پیش کرینگے مجیب کا بھی فرض ہو گا کہ وہ ہماری طرح سنجیدگی اور متانت سے کام لے۔ اور جس اخبار یا رسالہ میں جواب شایع ہو وہ ہمارے نام بھیجدیا جائے۔

سوالات

(۱) پرمیشور کے لئے مطلق احتیاج نقصان کا موجب ہے یا بعض خاص احتیاجیں؟ اگر پہلی شق صحیح ہے۔ تو اس سے نیستی سے ہستی کا عقیدہ لازم آئے گا کیونکہ ارواح اور مادہ کے ذریعہ سے پرمیشور کی خالقیت پر ایمان لانا اس کی احتیاج کو مستلزم ہو گا۔ اگر کہو کہ دوسری شق صحیح ہے۔ تو آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان خاص احتیاجوں کو کسی عقلی دلیل سے محدود کریں جو پرمیشور کے نقصان کا موجب ٹھہرتی ہیں۔ ہاں اس سوال کے جواب میں یہ بھی ضرور بتلائیں کہ جب عقل کی مجبوری سے علت مادی کے احتیاج کو ایشور کی ذات کے لئے جائز قرار دیا جاتا ہے۔ تو کیوں نہ علت آلی (یعنی ہاتھ پاؤں یا آواز وغیرہ آلات) کی احتیاج کو بھی پرمیشور کی طرف منسوب کریں۔ کیونکہ ہماری طرح جب ایشور مہاراج بغیر مادہ کے کچھ نہیں بنا سکتے۔ تو پھر یہ بھی کیوں نہیں کہتے۔ کہ جسطرح ہم بغیر آلات کے کچھ نہیں کر سکتے۔ پرمیشور کو بھی ان کی احتیاج ہو گی۔ اور اگر کہو کہ نہیں۔ علت آلاتی کے بغیر کام کرنے میں وہ قادر ہے۔ مگر علت مادی کا محتاج ہے تو یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ کہ علت آلی کا تو وہ محتاج نہیں مگر علت مادی کا محتاج ہے۔ اگر وہ آلات کے بغیر سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو لامحالہ یہ ماننا ہو گا کہ علت مادی کی بھی اس کو کوئی احتیاج نہیں ٭

(۲) اے آریہ پُرشو! سورج جو آکاش میں نظر آتا ہے کیا آپنے یا ہم نے اس کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے اگر کہو نہیں یہ تو کروڑوں برس سے موجود ہے۔ ہم تو اس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ تو پھر اس کو حدوث کا تمغہ کیوں۔ اور کس دلیل کی بنا پر عطا کیا جاتا ہے۔ حادث تو وہ ہے۔ جو بنے اور بگڑے۔ مگر ہم اور آپ کیا دنیا میں ایک جاندار بھی ایسا نہیں جو گواہی دے کہ ہاں میں نے سورج کو بنتے دیکھا ہے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ سورج کو کسی نے بنتے تو نہیں دیکھا۔ مگر حادث ہے تو پھر اس اقرار کے ساتھ ہی مادہ کا حدوث لازم آئیگا کیونکہ جس طرح ہم نے یا اور کسی فرد بشر نے سورج کو بنتے اور بگڑتے نہیں دیکھا۔ مگر اس کو حادث حادث پکارتے ہیں۔ اس طرح مادہ بھی۔ جس کو ہم نے مثل سورج کے نہ بنتے دیکھا نہ بگڑتے۔ تو پھر کیا عقل اس امر کو باور کر سکتی ہے۔ کہ ایک چیز تو (یعنے سورج) ہمارے سامنے نہ بنے نہ بگڑے۔ مگر حادث ٹھہرے اور دوسری چیز (یعنی مادہ) کو ازلی و ابدی کا درجہ دیا جائے۔ پس مادہ بھی سورج کی طرح حادث و فانی ہے۔

(۳) سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں مادہ کی ازلیت پر ایک دلیل دیتے ہیں:۔

"جو چیز نیست ہے۔ یعنی جس کا وجود نہیں اس کا وجود بالکل غیر ممکن ہے ۔ ۔ ۔ جیسے کوئی کہدے کہ میرے ماں باپ نہ تھے۔ میں ایسے ہی پیدا ہو گیا۔ میرے منہ میں زبان نہیں ہے لیکن بولتا ہوں" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۷

ہاں آریہ صاحبان یہاں سوامی جی نے فرمایا کہ جس طرح بے باپ کے بچہ پیدا ہونا امر محال ہے۔ ویسے ہی نیستی سے ہستی کا ہونا صریح غلط ہے۔ اچھا بہت خوب۔ مگر کیا آریہ صاحبان! اگر ہم بے ماں باپ کے اولاد پیدا ہونے کی اس دنیا میں ایک نہیں ہزاروں نظیریں دکھلا دیں تو پھر کیا ہو گا۔ بس یہی کہ سوامی جی کے قائم کردہ معیار کی رو سے اس بات پر یقین کر لینا ہو گا۔ کہ ہاں نیستی سے ہستی ہوئی ہے۔ ہمنے جن نظیروں کے دکھلانے کا وعدہ کیا ہے۔ کسی مسلمان یا عیسائی یا بدھ مذہب والوں کی کتب سے نہیں دکھلائینگے بلکہ سوامی جی کی ستیارتھ پرکاش سے۔ ہاں ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۷۔

(۴) سوال۔ ابتدا دنیا میں انسان وغیرہ کی پیدائش بچپن جوانی یا بڑھاپے کی عمر میں ہوئی تھی یا تینوں میں۔

جواب از سوامی جی۔ جوانی کی عمر میں۔ کیونکہ اگر بچے پیدا کرتا۔ تو ان کی پرورش کے لئے دوسرے انسان درکار ہوتے۔ اور اگر بوڑھے بناتا تو یہ تعلق سرشٹی نہ ہوتی۔ اسلئے جوانی کی عمر میں پیدائش کی"

اور دوسرا حوالہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۰

ایک انسان نہیں بلکہ ہزاروں نوجوان بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ یہ خود بخود پیدا نہیں ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے ایسے پیدا کئے۔ رہی دوسری دلیل جو سوامی جی نے دی ہے "کہ کسی کی زبان نہ ہو۔ لیکن بولتا ہو۔ جسطرح یہ

یہ محال ہے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کا ہونا محال ہے۔ اچھا ہم مان لیتے ہیں کہ انسان بغیر زبان کے نہیں بول سکتا۔ مگر کیا خدا بھی ہماری طرح زبان کا محتاج ہے اگر کہو کہ نہیں وہ زبان نہیں رکھتا۔ تو ہم پوچھینگے کہ پھر ویدوں کا ظہور بغیر کلام کے کیسے ہو گیا۔ ہاں کئی آریہ صاحب اعتراض کر دیا کرتے ہیں وید خدا کا کلام نہیں بلکہ گیان ہے۔ اس اعتراض کا جواب بھی سوامی جی کی ہی زبان سے پیش کرتے ہیں۔ "وید خدا کا کلام ہے۔" ستیارتھ پرکاش صہ ۲۳۵ "ایشور کے کلام وید ہیں۔" ستیارتھ پرکاش صہ ۴۶۵

پس جب خدا بغیر زبان کے کلام کر سکتا ہے۔ تو یہ مان لینا ضروری ہو گا۔ کہ وہ خدا جو بغیر زبان کے کلام کرنے پر قادر ہے۔ بغیر مادہ کے بھی دنیا بنا سکتا ہے۔ سوامی جی نے دو دلیلیں نیستی سے ہستی کے محال ہونے پر دی تھیں۔ تو جب ہر دو مثالیں جن کو سوامی جی محال کہہ رہے تھے۔ ممکن ہو گئیں۔ تو اسی طرح جس چیز کی ازلیت ثابت کرنے کے لئے وہ دلیلیں دی تھیں وہ بھی حادث ثابت ہو گئی۔ کیونکہ جو چیز پیدا ہو گی وہ ضرور حادث ہے۔ اور حادث فانی ؛

(۴) اے آریہ صاحبان! آپ کا عقیدہ ہے کہ جیو (روح) علم و گیان ایشور سے حاصل کرتی ہے۔ اس میں علم و گیان ذاتی طور پر نہیں۔ اسپر ہمارا یہ سوال ہے کہ جب صفت علم و گیان ایشور کی ذات بابرکات سے ارواح کو ملتی ہے۔ تو پھر روح کی وساطت کیوں مانی جائے۔ اور پھر ایسا کیوں نہ ہم کہیں کہ خود مادہ بھی براہ راست ایشور سے علم وغیرہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور آپ کا اسپر یہ جواب کہ اس امر کی مادہ میں استعداد و قابلیت ہی نہیں۔ اور اس طرح مادی چیزیں ذی علم و چیتن ہو جائیں۔ بالکل کمزور ہے۔ کیونکہ آپکے روح ہر موقع پر علم و گیان کی صفت رکھتی ہوتیں تو ہم مان لیتے۔ مگر ارواح بھی بہت ایسے مقام ہیں۔ جہاں اس صفت سے موصوف نہیں ہوتی۔ مثلاً نباتات درخت وغیرہ میں۔ پس یہ درست بات ہے کہ روح مانند مادہ کے ہی علم و گیان حاصل کرنے کی محتاج ہے۔ اور اگر کوئی آریہ صاحب اس سوال پر گھبرا کر کہدے کہ نہیں جی۔ بات تو تمہاری درست ہے مگر روح نباتات وغیرہ میں نہیں ہوتی۔ ہاں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ جو لیکھرام کی طرح ایک آریہ کہہ سکتا ہے۔ مگر ہم آرین کتب سے ایک دو حوالے پیش کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو جائیگا کہ سوامی جی کا کیا عقیدہ تھا۔ اور لیکھرام یا لیکھرامی ہم خیالوں کا کیا عقیدہ ہے کہ نباتات میں روح نہیں۔ کونسا صحیح ہے۔ دیکھئے ستیارتھ پرکاش صہ ۲۸۶ و صہ ۱۹۱۔ منوسمرتی ۱۲ ۴۹ وغیرہ۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ روح نباتات میں موجود ہے۔ اور سوامی جی نے خود مان لیا۔ تو اوپر والا سوال ہمارا ویسے کا ویسا ہی قائم و دائم رہا ؛

(۵) اور جب نباتات میں روح ثابت ہو گئی۔ اور سوال نمبر ۴ کی رو سے کہ "نباتات میں روح کا علم زائل ہو جاتا ہے" ثابت ہو گیا تو بقیہ صفات مثلاً ہمت ارادہ وغیرہ کیوں کر اس میں (روح) باقی رہ سکتی ہیں۔ اور پھر جب روح کی کوئی صفت باقی نہ رہی۔ تو خود روح کس طرح اور کس دلیل کی بنا پر ہست مانی جا سکتی ہے۔ اور پھر کیا یہ امر ممکن ہو سکتا ہے کہ گرمی۔ روشنی۔ سرخی وغیرہ تو نیست ہو جائیں مگر آگ باقی رہ جائے۔ پس اس مندرجہ بالا بیان سے روح کا کلی طور پر معدوم ہونا ثابت ہو گیا۔ جب یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ گیا تو پھر یہ دعوے کہ روح غیر فانی ہے۔ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

انشاء اللہ تعالےٰ بقیہ سوالات پھر کسی موقع پر پیش کرینگے۔ یار زندہ صحبت باقی ؛

رسالہ احمدی کا دوبارہ اجراء

خطوط آمدہ تا حال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمدی رسالہ کی اشد ضرورت ہے۔ اور احباب بہت شوق سے اسکے دوبارہ اجرا کے منتظر ہیں اور نہایت اخلاص سے احمدی کا خیر مقدم کرنیکو آمادہ ہیں۔ لیکن پانسو میں سے صرف پچاس درخواستیں دو ہفتہ تک موصول ہوئی ہیں جب تک پانسو درخواستیں نہ ہونگی اجرا رسالہ محال ہے۔ مفصل آئندہ انشاء اللہ لکھوں گا ؛

خزینہ فضل اکسیر بین چشمہ حیات

یعنی

تریاقی گولیاں

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں۔ ہمنے محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے سچی ہمدردی اور ایمانداری کے ساتھ اس نہایت عاقل اور بیدار مغز اور خیر خواہ خلق اللہ حضرۃ حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کا وہ مجرب المجرب نسخہ کمال محنت سے طیار کیا گیا ہے جس سے کئی گھر محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے بھرے ہوئے ہیں جو پیارے بچوں سے خالی تھے۔ وہ گھر جو اسقاط حمل کی بیماری یعنے اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ جن کی اولاد پیدا ہوتے ہی دفع مضارت دے کر دار البقاء لیتی تھی۔ جنکے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے یا مردہ پیدا ہوتے تھے۔ لعل والدین کے یکلخت صدمے سہتے سہتے مایوس اور ناامید ہو چکے تھے۔ محض خدا کے فضل سے تریاقی گولیوں کے استعمال سے کئی اشخاص بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں آپ بھی ناامید نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ رکھو اور تریاقی گولیوں کا استعمال کراؤ۔ اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر خدا کا شکر کرو۔ اور موجد کے لئے دعا کریں قیمت بلحاظ محنت اور فوائد کے بہت ہی کم رکھی گئی ہے تاکہ سب فائدہ اٹھائیں۔ قیمت ایک روپیہ فی تولہ

اصلی مُمیرا اور مُمیرے کا سُرمہ

تمام امراض چشم یعنے دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ کُکرے ضعف بصر کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت فی تولہ تین روپے (۳)

المشتہر

نظام جان و عبدالرحمن کانفانی قادیان۔ گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(بہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے پرنٹر و پبلشر نے سلام پریس قادیان میں چھپا اور ایم قاسم علی پبلشر نے شائع کیا)